Dr. S. K. Jabeen
Dept of Urdu
Rohtas Mahila College,   Sasaram

Topic: Dast_e_saba ke Faiz Ahmad Faiz ki shayri par tabsera

[*Urdu Hon's B. A., Part-I*]

Scanned with CamScanner

وستِ صبا کے حوالہ سے فیض احمد فیضؔ کی شاعری پر تبصرہ

یہ حقیقت ہے کہ فیض ترقی پسند تحریک سے منسلک رہے۔ ان کی شاعری ترقی پسند تحریک کی علمبردار رہی، ان کے یہاں لب ورخسار کی باتیں بھی ہیں، حب الوطنی اور وطن کے لئے سرفروشی کا جذبہ بھی۔ ایک طرف محبوب کا سراپا ہے دوسری طرف شیدائے وطن پر فدا ہونے کا جذبہ، نثار میں تری گلیوں میں...... آزادی، ترانہ، سر مقتل، لوح وقلم، سیاسی لیڈر کے نام۔

ترقی پسند تحریک جو خیال کی دنیا نہیں حقیقی دنیا سے روشناس کراتی ہے۔ لیکن نری حقیقت نہایت سنگین اور تلخ ہوتی ہے۔ اگر سنگین اور تلخ حقائق بھی شاعر کے جذبات واحساسات سے مملوء ہو کر فن کی صورت میں آئے تو ہم اس کڑوی حقیقت کو خوشگوار محسوس کرتے ہیں۔ شاعر کے درد کو ہم محسوس کرتے ہیں ۔

تیرا سرمایہ تری آس یہی ہاتھ تو ہے
اور کچھ بھی نہیں پاس یہی ہاتھ تو ہے

آزادی کی جنگ کا پسِ منظر اور سیاسی جدوجہد کا رنگ ان کی شاعری میں موجود ہے۔

یہ دو شعر ہی ان کی پوری شاعری کا احاطہ کر لیتے ہیں۔

متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون دل میں ڈبو لیں ہیں انگلیاں میں نے
زباں پہ مہرلگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقۂ زنجیر میں زباں میں نے

Scanned with CamScanner

گرچہ فیض ایک مفکر نہیں وہ قوم کے لئے کوئی زندگی کا لائحہ عمل پیش نہیں کرتے۔ ان کی شاعری میں کوئی نظام فکر نہیں، مگر ایک حساس اور بیقرار دل کا نغمہ موجود ہے جو ان کی شاعری کی قدر و قیمت کا ضامن ہے۔

ترقی پسند تحریک جس مقصد زندگی کی گہرائی اور اس کے تدریجی ارتقا کو مدنظر رکھتی ہے۔ اس تحریک میں حقیقت کی سنگلاخ تجربوں کو ہی اہمیت حاصل ہے۔ اسلوب اور زبان ان کے لئے ثانوی چیز ہے۔

کلاسیکی ادب جو ادب برائے ادب ہے۔ وہاں ترقی پسند تحریک ادب سے زندگی کو قریب تر کر کے ادب برائے زندگی کی حاصل بن جاتی ہے۔ ادب کسی نہ کسی معنوں میں زندگی کا ترجمان اور تفسیر رہا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ کبھی ادب محدود دائرے میں مقید رہا اور خاص الخاص لوگوں کی ملکیت رہا جسے کلاسیکی ادب کہتے ہیں۔

ترقی پسند تحریک اسے عوام کی چیز بنا دیتی ہے اس نظریے کے پیش نظر ترقی پسند تحریک میں فیض کی شاعری ایک نئی گونج بن کر گونجتی ہے۔ یہ ادب زندگی کا ترجمان ہے لیکن نہ یہاں نری داخلیت ہے نہ نری خارجیت، انہوں نے زندگی کے درد و کرب کو محسوس کیا اور اس حقیقت کو اپنے تخیلی احساسات اور جذبات سے ہم آہنگ کر پیش کرتا ہے۔ جس کی مثال میں یہ اشعار پیشِ نظر ہیں:

اپنے دیوانوں کی دیوانہ تو بن لینے دو
اپنے میخانوں کو میخانہ تو بن لینے دو
} اے دلِ بیتاب ٹھہر

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا وہ یہ سحر تو نہیں
} صبحِ آزادی

ابھی گران، شب میں کمی بس آئی
نجات دیدہ و دل کی کمی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے
} لوح و قلم

Scanned with CamScanner

یہی جنوں کا یہی طوق و دار کا موسم
یہی ہے جبر یہی اختیار کا موسم

طوق ودار کا موسم

کسے روکے گا شور بند بپا ہم بھی دیکھیں گے
کسے ہے جا کے لوٹ آنے کا یارا ہم بھی دیکھیں گے

تم آئے ہو نہ شب انتظار گذری ہے
تلاش میں ہے صحر بار بار گذری ہے

گلچیں
چمن پہ غارتِ گلچیں سے جانے کیا گذری
قفس سے آج صبا بیقرار گذری ہے

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
سلام لکھتا ہے شاعر تمہارے حسن کے نام

کٹتے بھی چلو، بڑھتے بھی چلو، بازو بھی بہت ہیں سر بھی بہت
چلتے بھی چلو کہ اب ڈیرے منزل پہ ہی ڈالے جائیں گے

--

فیضؔ کی شاعری میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں ایک دوسرے میں مدغم ہیں۔ جیسا کہ ایک حساس شاعر کا درد مند دل کبھی غم سے خالی نہیں رہتا۔

غالبؔ نے کہا:

غم اگر چہ جانگسل ہے یہ بچیں کہاں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا تو غم روزگار ہوتا

فیضؔ کی شاعری میں پیچیدہ بیانی معنی آفرینی نہیں سیدھے سادے جذبات سیدھے سادے انداز میں بیان ہونے والے سیدھا دل میں اتر جاتے ہیں۔ یہی فیضؔ کی شاعری کا کمال ہے۔ کیوں کہ فیضؔ نے ہر حقیقت کو دل سے محسوس کیا اور دل سے نکلی آوازوں پر اثر کرتی ہے۔